بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الانبیاء (21)

آیت نمبر (36 تا 41)

ترکیب

(آیت۔۴۰) بَلۡ تَاۡتِيۡهِمۡ میں تَاۡتِىۡ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اس کی ضمیر فاعلی هِىَ ہے جو اَلسَّاعَةُ کے لیے ہے، اس سے پہلے کہیں اَلسَّاعَةُ کا لفظ نہیں آیا ہے بلکہ اَلۡوَعۡدُ کا لفظ آیا ہے لیکن چونکہ اس سے مراد اَلسَّاعَةُ یعنی قیامت ہے اس لیے یہاں واحد مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ (آیت۔۴۱)۔ فَحَاقَ کا فاعل مَاكَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ہے۔

ترجمہ

وَاِذَا	رَاٰكَ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡۤا	اِنۡ	يَّتَّخِذُوۡنَكَ
اور جب کبھی	دیکھتے ہیں آپ کو	وہ لوگ جنہوں نے	کفر کیا	تو نہیں	بناتے آپ کو

اِلَّا	هُزُوًا ؕ	اَ	هٰذَا	الَّذِىۡ	يَذۡكُرُ	اٰلِهَتَكُمۡ ۚ
مگر	مذاق کا ذریعہ	(پھر کہتے ہیں) کیا	یہ ہے	وہ جو	ذکر کرتا ہے (یعنی باتیں بناتا ہے)	تمہارے خداؤں کا

وَ	هُمۡ	بِذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ	هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ۝٣٦	خُلِقَ	الۡاِنۡسَانُ
حالانکہ	وہ خود	رحمٰن کے ذکر کا	ہی انکار کرنے والے ہیں	پیدا کیا گیا	انسان کو

مِنۡ عَجَلٍ ؕ	سَاُورِيۡكُمۡ	اٰيٰتِىۡ	فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ ۝٣٧
جلد بازی (کی سرشت) سے	میں دکھاؤں گا تم لوگوں کو	اپنی نشانیاں	پس تم لوگ جلدی مت مانگو مجھ سے

وَيَقُوۡلُوۡنَ	مَتٰى	هٰذَا الۡوَعۡدُ	اِنۡ	كُنۡتُمۡ	صٰدِقِيۡنَ ۝٣٨	لَوۡ
اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے	یہ وعدہ	اگر	تم لوگ ہو	سچ کہنے والے	کاش

يَعۡلَمُ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	حِيۡنَ	لَا يَكُفُّوۡنَ	عَنۡ وُّجُوۡهِهِمُ
جانتے ہوتے	وہ لوگ جنہوں نے	کفر کیا	(اس وقت کو) جس وقت	وہ نہ روک سکیں گے	اپنے چہروں سے

النَّارَ	وَلَا عَنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ	وَلَا هُمۡ	يُنۡصَرُوۡنَ ۝٣٩	بَلۡ تَاۡتِيۡهِمۡ
آگ کو	اور نہ ہی اپنی پیٹھوں سے	اور نہ ان کی	مدد کی جائے گی	بلکہ وہ (یعنی قیامت) پہنچے گی ان کے پاس

بَغۡتَةً	فَتَبۡهَتُهُمۡ	فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ	رَدَّهَا
بے سان و گمان	تو وہ مبہوت کردے گی ان کو	پھر انہیں استطاعت نہیں ہوگی	اس کو لوٹانے کی

وَلَا هُمۡ	يُنۡظَرُوۡنَ ۝٤٠	وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ	بِرُسُلٍ	مِّنۡ قَبۡلِكَ
اور نہ ان کو	مہلت دی جائے گی	اور بیشک مذاق کیا جا چکا ہے	رسولوں کے ساتھ	آپؐ سے پہلے

فَحَاقَ	بِالَّذِيۡنَ	سَخِرُوۡا	مِنۡهُمۡ	مَّا	كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝٤١ ع
تو چھا گیا	ان پر جنہوں نے	تمسخر کیا	ان میں سے	(وہ) جو	وہ لوگ مذاق کیا کرتے تھے

آیت نمبر (42 تا 45)

ک ل ء

(ف) کَلَأَ بچانا۔ حفاظت کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 42

ترجمہ

قُلْ	مَنْ	یَّکْلَؤُ	کُمْ	بِالَّیْلِ	وَالنَّھَارِ	مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ	بَلْ
آپ ﷺ کہیے	کون	بچاتا ہے	تو لوگوں کو	رات میں	اور دن میں	رحمٰن (کے عذاب) سے	بلکہ

ھُمْ	عَنْ ذِکْرِ رَبِّھِمْ	مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾	اَمْ	لَھُمْ	اٰلِھَۃٌ
وہ لوگ	اپنے رب کے ذکر سے	اعراض کرنے والے ہیں	یا	ان کے لیے	کچھ ایسے الٰہ ہیں جو

تَمْنَعُھُمْ	مِّنْ دُوْنِنَا ؕ	لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ	نَصْرَ اَنْفُسِھِمْ
بچاتے ہیں ان کو	ہمارے علاوہ	وہ (یعنی دوسرے الٰہ) استطاعت نہیں رکھتے	اپنے آپ کی مدد کرنے کی

وَلَا ھُمْ	مِّنَّا	یُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾	بَلْ	مَتَّعْنَا
اور نہ ان کی	ہماری طرف سے	حمایت کی جائے گی	بلکہ	ہم نے فائدہ اٹھانے کو سامان دیا

ھٰٓؤُلَآءِ	وَاٰبَآءَھُمْ	حَتّٰی	طَالَ	عَلَیْھِمُ	الْعُمُرُ ؕ
ان لوگوں کو	اور ان کے آباء اجداد کو	یہاں تک کہ	طویل ہوئی	ان لوگوں پر	عمر

اَفَلَا یَرَوْنَ	اَنَّا	نَاْتِی	الْاَرْضَ	نَنْقُصُھَا
تو کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے	کہ	ہم آتے ہیں	زمین کی طرف	گھٹاتے ہوئے اس کو

مِنْ اَطْرَافِھَا ؕ	اَفَھُمُ	الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾	قُلْ	اِنَّمَآ
اس کے کناروں سے	تو کیا یہ لوگ	غالب آنے والے ہیں	آپ ﷺ کہہ دیجئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

اُنْذِرُکُمْ	بِالْوَحْیِ ۫ۖ	وَلَا یَسْمَعُ	الصُّمُّ	الدُّعَآءَ	اِذَا مَا	یُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾
میں خبردار کرتا ہوں تم لوگوں کو	وحی کے ذریعہ سے	اور نہیں سنتے	بہرے لوگ	اس دعوت کو	جب کبھی بھی	انہیں خبردار کیا جاتا ہے

نوٹ: 1

آیت۔ 44 کا یہ جملہ کہ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا عربی محاورہ ہے۔ جیسے اردو میں ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص پر زمین تنگ ہوگئی۔ فلاں کے گرد گھیرا تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ اس عربی محاورہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ یہ قریش کے لیے وارننگ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرتا جا رہا ہے پھر بھی یہ ہوش میں نہیں آتے اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں پر غالب آجائیں گے۔ (حافظ احمد یار صاحب)۔ آج کے دور میں یہ آج کی طاغوتی طاقتوں کے لیے وارننگ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دن بدن ان کے گرد اللہ کا گھیرا تنگ ہو رہا ہے پھر بھی آج کے ابولہب اور ابوجہل اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ اسلام کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

آیت نمبر (۴۶ تا ۵۰)

ذ ف ح

(ح) نَفَحًا ہوا کا چلنا۔ خوشبو مہکنا۔

ترکیب

آیت۔47) اَلْمَوَازِيْنَ جمع ہے اور اس کی صفت اَلْقِسْطَ واحد آئی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلْقِسْطَ مصدر ہے اور مصدر کی جمع نہیں آتی۔اِنْ كَانَ میں كَانَ کا اسم هُوَ کی ضمیر ہے جو عَمَلٌ کے لیے ہے اور یہاں ایک ایک عمل کی بات ہے جیسا کہ مِثْقَالَ حَبَّةٍ سے ظاہر ہے،اس لیے واحد مذکر میں صیغہ كَانَ آیا ہے۔اَتَيْنَا بِهَا میں واحد مؤنث کی ضمیر عَمَلٌ کی جمع مکسر اَعْمَالٌ کے لیے آئی ہے۔اس طرح تمام اعمال کی طرف اشارہ ہوگیا۔

وَلَئِنْ	مَّسَّتْهُمْ	نَفْحَةٌ	مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ	لَيَقُوْلُنَّ
اور بیشک اگر	چھوجائے ان کو	کوئی ہلکا سا جھونکا	آپؐ کے رب کے عذاب میں سے	تو وہ لازماً کہیں گے

يٰوَيْلَنَآ	اِنَّا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾	وَنَضَعُ	الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ	لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
ہائے ہماری بدبختی	بیشک ہم تھے	ظلم کرنے والے	اور ہم رکھیں گے	انصاف والی ترازوئیں	قیامت کے دن

فَلَا تُظْلَمُ	نَفْسٌ	شَيْـًٔا ۭ	وَاِنْ	كَانَ	مِثْقَالَ حَبَّةٍ	مِّنْ خَرْدَلٍ
توظلم نہیں کیا جائے گا	کسی جان پر	کچھ بھی	اور اگر	وہ (عمل) ہوگا	ایک دانے کے ہم وزن	رائی میں سے

اَتَيْنَا بِهَا ۭ	وَكَفٰى	بِنَا	حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسٰى
ہم لے آئیں گے ان سب (اعمال) کو	اور کافی ہیں	ہم	بطور حساب کرنے والے کے	اور بیشک ہم نے دی تھی	موسیٰؑ

وَهٰرُوْنَ	الْفُرْقَانَ	وَضِيَاۗءً	وَّذِكْرًا	لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ لا	الَّذِيْنَ
اور ہارونؑ کو	فرقان	اور روشنی	اور ایک نصیحت	تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے	وہ لوگ جو

يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَيْبِ	وَهُمْ	مِّنَ السَّاعَةِ
ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	غیب میں (یعنی بن دیکھے)	اور وہ لوگ	اس گھڑی (یعنی قیامت) سے

مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾	وَهٰذَا	ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ	اَنْزَلْنٰهُ ۭ	اَفَاَنْتُمْ
ڈرنے والے ہیں	اور یہ (قرآن)	ایک ایسی برکت دی ہوئی نصیحت ہے	ہم نے اتارا جس کو	تو کیا تم لوگ

لَهٗ	مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع
اس کو	(پہچاننے سے) انکار کرنے والے ہو

نوٹ:1

حضرت صدیقہ عائشہؓ نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا قیامت کے روز بھی آپ اپنے اہل و اولاد کو یاد رکھیں گی۔تو فرمایا کہ قیامت میں تین مقام ایسے ہوں گے کہ ان میں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ایک وہ وقت جب میزانِ عدل کے دامنے وزن اعمال کے لیے لوگ حاضر ہوں گے جب تک معلوم نہ ہوجائے کہ اس کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوا یا ہلکا رہا۔دوسرا مقام وہ ہے جب نامہائے اعمال اُڑائے جائیں گے،جب تک یہ متعین نہ ہوجائے کہ نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں،یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کی طرف سے آیا۔تیسرا مقام پل صراط سے گزرنے کا وقت ہے جب تک پار نہ ہوجائیں۔(معارف القرآن)

نوٹ:2

آیت۔48 میں اَلْفُرْقَانَ۔ضِيَاۗءً۔ذِكْرًا یہ تینوں الفاظ تورات کی صفت کے طور پر آئے ہیں۔یعنی وہ حق و باطل کا فرق دکھانے والی

کسوٹی تھی، اس میں انسان کو سیدھا راستہ دکھانے والی روشنی تھی اور اولادِ آدم کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے والی نصیحت تھی۔ (تفہیم القرآن)

1300

آیت نمبر (51 تا 58)

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ	اِبۡرٰهِیۡمَ	رُشۡدَهٗ	مِنۡ قَبۡلُ	وَ كُنَّا	بِهٖ	عٰلِمِیۡنَ ۚ﴿۵۱﴾
اور بیشک ہم نے دی تھی	ابراہیمؑ کو	ان کی معاملہ فہمی	اس سے پہلے	اور ہم تھے	اس کا	علم رکھنے والے

اِذۡ	قَالَ	لِاَبِیۡهِ	وَ قَوۡمِهٖ	مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیۡلُ	الَّتِیۡۤ	اَنۡتُمۡ	لَهَا
جب	انہوں نے کہا	اپنے والد سے	اور اپنی قوم سے	یہ مجسمے کیا ہیں	وہ	تم لوگ	جن کے لیے

عٰكِفُوۡنَ ﴿۵۲﴾	قَالُوۡا	وَجَدۡنَاۤ	اٰبَآءَنَا	لَهَا	عٰبِدِیۡنَ ﴿۵۳﴾
اعتکاف کرنے والے ہو	ان لوگوں نے کہا	ہم نے پایا	اپنے آباء اجداد کو	ان کے لیے	عبادت کرنے والے

قَالَ	لَقَدۡ كُنۡتُمۡ	اَنۡتُمۡ	وَ اٰبَآؤُكُمۡ	فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۵۴﴾
(ابراہیمؑ نے) کہا	یقیناً تم لوگ	تم بھی	اور تمہارے آباؤ اجداد بھی	ایک کھلی گمراہی میں ہیں

قَالُوۡۤا	اَ	جِئۡتَنَا	بِالۡحَقِّ	اَمۡ	اَنۡتَ	مِنَ اللّٰعِبِیۡنَ ﴿۵۵﴾
ان لوگوں نے کہا	کیا	آپؑ آئے ہمارے پاس	حق کے ساتھ	یا	آپؑ	کھیل کرنے والوں میں سے ہیں

قَالَ	بَلۡ	رَّبُّكُمۡ	رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ	الَّذِیۡ	فَطَرَهُنَّ ۖ
(ابراہیمؑ نے) کہا	بلکہ	تم لوگوں کا رب	زمیں اور آسمانوں کا رب ہے	وہ جس نے	وجود بخشا ان سب کو

وَ اَنَا	عَلٰی ذٰلِكُمۡ	مِّنَ الشّٰهِدِیۡنَ ﴿۵۶﴾	وَ تَاللّٰهِ	لَاَكِیۡدَنَّ
اور میں	اس پر	گواہی دینے والوں میں سے ہوں	اور اللہ کی قسم	میں لازماً داؤ کروں گا

اَصۡنَامَكُمۡ	بَعۡدَ اَنۡ	تُوَلُّوۡا	مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۵۷﴾	فَجَعَلَهُمۡ
تمہارے بتوں سے	اس کے بعد کہ (جب)	تم لوگ منھ موڑو گے	پیٹھ پھیرنے والے ہوتے ہوئے	پھر انہوںؑ نے کر دیا ان کو

جُذٰذًا	اِلَّا	كَبِیۡرًا	لَّهُمۡ	لَعَلَّهُمۡ	اِلَیۡهِ	یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۵۸﴾
ٹکڑے ٹکڑے	سوائے	بڑے کے	ان لوگوں کے لیے	کہ شاید وہ لوگ	اس کی طرف	رجوع کریں (یعنی اس سے پوچھیں)

نوٹ: 1

آیت۔ 51۔ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جو معاملہ فہمی حاصل تھی وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیۡنَ کہہ کر یہ بھی بتا دیا کہ یہ عطا اللہ تعالیٰ کے علم کی بنیاد پر تھی۔ اس کی عطا اور بخشش ایسے نہیں ہے کہ جس کو جو چاہا دے دیا بلکہ وہ کسی کی استعداد اور ظرف کے متعلق اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔

آیت نمبر (61 تا 68)

ن ط ق

(ض) مَنۡطِقًا واضح کر کے بیان کرنا۔ بولنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۶۳۔

1300

مَنْطِقٌ — اسم ذات بھی ہے۔کلام۔بولی۔﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ ﴾ (27/النمل:16)''اے لوگو ہمیں علم دیا گیا پرندوں کی بولی کا۔''

(افعال) **اِنْطَاقًا** — بولنے کی صلاحیت دینا۔قوت گویائی دینا۔﴿ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ﴾ (41/حٰم السجدہ:21)''ہمیں گویائی دی اس اللہ نے جس نے گویائی دی ہر چیز کو۔''

ن ک س

(ن) **نَكْسًا** — الٹا پھیرنا۔اوندھا کرنا۔زیر مطالعہ آیت۔65۔

نَاكِسٌ — اسم الفاعل ہے۔اوندھا کرنے والا۔﴿ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط ﴾ (32/السجدہ:12)''جب مجرم لوگ اپنے سروں کو اوندھا کرنے والے ہیں اپنے رب کے پاس۔''

تفصیل **تَنْكِیْسًا** — بتدریج الٹا پھیرنا۔﴿ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ط ﴾ (36/یٰسین:68)''اور وہ ہم عمر دیتے ہیں جس کو (پھر) ہم الٹا پھیرتے ہیں جس کو پیدائش میں۔''

ترجمہ

قَالُوْا	مَنْ	فَعَلَ	هٰذَا	بِاٰلِهَتِنَآ	اِنَّهٗ	لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝59
ان لوگوں نے کہا	جس نے	کیا	یہ	ہمارے الٰہوں کے ساتھ	بیشک وہ	یقیناً ظالموں میں سے ہے

قَالُوْا	سَمِعْنَا	فَتًی	یَّذْكُرُ	هُمْ
کچھ لوگوں نے کہا	ہم نے سنا	ایک ایسے نوجوان کو جو	ذکر کرتا ہے۔(یعنی باتیں بناتا ہے)	ان (خداؤں) کی

یُقَالُ	لَهٗٓ	اِبْرٰهِیْمُ ۝60	قَالُوْا	فَاْتُوْا بِهٖ	عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ	لَعَلَّهُمْ
کہا جاتا ہے	اس کو	ابراہیمؑ	ان لوگوں نے کہا	پھر تم لاؤ اس کو	لوگوں کی آنکھوں پر (یعنی سامنے)	شاید وہ لوگ

یَشْهَدُوْنَ ۝61	قَالُوْٓا	ءَاَنْتَ	فَعَلْتَ	هٰذَا	بِاٰلِهَتِنَا	یٰٓاِبْرٰهِیْمُ ۝62
گواہی دیں	ان لوگوں نے کہا	کیا تو نے ہی	کیا	یہ	ہمارے الٰہوں کے ساتھ	اے ابراہیمؑ

قَالَ	بَلْ	فَعَلَهٗ	كَبِیْرُهُمْ هٰذَا	فَسْـَٔلُوْهُمْ	اِنْ	كَانُوْا	یَنْطِقُوْنَ ۝63
انہوں نے کہا	بلکہ	کیا یہ	ان کے اس بڑے نے	تو تم لوگ پوچھو ان (خداؤں) سے	اگر	یہ سب	بولتے ہیں

فَرَجَعُوْٓا	اِلٰٓی اَنْفُسِهِمْ	فَقَالُوْٓا	اِنَّكُمْ	اَنْتُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ۝64
تو وہ لوگ لوٹے	اپنے نفسوں کی طرف (یعنی سوچ میں پڑ گئے)	پھر ان لوگوں نے کہا	کہ	تم لوگ ہی	ظلم کرنے والے ہو

ثُمَّ	نُكِسُوْا	عَلٰی رُءُوْسِهِمْ ج	لَقَدْ عَلِمْتَ	مَا هٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ۝65
پھر	اوندھے ڈالے گئے	اپنے سروں پر (پھر کہنے لگے)	یقیناً آپؐ جان چکے ہیں	یہ لوگ نہیں بولتے

قَالَ	اَفَتَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ	مَا	لَا یَنْفَعُکُمْ	شَیْـًٔا	وَّلَا یَضُرُّکُمْ ۝۶۶
انہوں نے کہا	تو کیا تم لوگ بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	اس چیز کی جو	نفع نہیں دیتی تم کو	کچھ بھی	اور نہ نقصان دیتی ہے تم کو

اُفٍّ	لَّکُمْ	وَلِمَا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷
تُف ہے	تم لوگوں پر	اور ان چیزوں پر جن	تم بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	تم کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لوگے

نوٹ:1 آیت نمبر۔63۔ میں حضرت ابراہیمؑ نے پہلے یہ کہا کہ یہ کام ان بتوں کے اس بڑے نے کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یقین نہیں آتا تو ان سے پوچھ لو۔ یہ دوسرا فقرہ خود ظاہر کر رہا ہے کہ پہلے فقرہ میں حضرت ابراہیمؑ نے بت شکنی کے فعل کو بڑے بت کی طرف جو منسوب کیا ہے، اس سے ان کا مقصد جھوٹ بولنا نہ تھا، بلکہ وہ اپنے مخالفین پر حجت قائم کرنا چاہتے تھے۔ یہ بات انہوں نے اس لیے کہی تھی کہ وہ لوگ جواب میں خود اس کا اقرار کریں کہ ان کے یہ معبود بالکل بے بس ہیں اور ان سے کسی فعل کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ایسے مواقع پر ایک شخص استدلال کی خاطر جو خلاف واقعہ بات کہتا ہے اس کو جھوٹ قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ نہ تو وہ خود جھوٹ کی نیت سے ایسی بات کہتا ہے اور نہ ہی اس کے مخاطب اسے جھوٹ سمجھتے ہیں۔ کہنے والا اسے حجت قائم کرنے کے لیے کہتا ہے اور سننے والا بھی اسے اسی معنی میں لیتا ہے۔ (تفہیم القرآن) آگے آیت ۶۴۔ ۶۵۔ بتا رہی ہیں کہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ نہیں کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ ان کی بات کو ان کی حجت ہی سمجھا اور سوچ میں پڑ گئے۔

نوٹ:2 نُکِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِھِمْ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا جواب سنتے ہی پہلے تو انہوں نے اپنے دلوں میں سوچا کہ واقعی ظالم تو تم خود ہو کیسے بے بس معبودوں کو خدا بنائے بیٹھے ہو جو اپنی زبان سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان پر کیا بیتی۔ آخر یہ ہماری کیا مدد کریں گے جو خود اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتے۔ لیکن پھر ان پر ضد اور جہالت سوار ہو گئی جس نے انکی عقل کو اوندھا کر دیا۔ دماغ سیدھا سوچتے سوچتے پھر الٹا سوچنے لگا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (68 تا 75)

ب ر د

(ن) بَرْدًا ٹھنڈا کرنا۔

بَرْدٌ اسم ذات بھی ہے۔ ٹھنڈک۔ سردی زیر مطالعہ آیت۔ ۶۹۔

بَرَدٌ ٹھنڈی چیز۔ اولے۔ ﴿وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْھَا مِنْ بَرَدٍ﴾ (24/النور:43) ''اور وہ اتارتا ہے آسمان سے پہاڑوں میں سے جس میں کچھ اولے ہیں۔''

بَارِدٌ فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ٹھنڈا کرنے والا یعنی ٹھنڈا۔ ﴿ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝۴۲﴾ (38/ص:42) ''یہ نہانے کی جگہ ہے ٹھنڈا کرنے والی اور پینے کو۔''

ترجمہ

قَالُوْا	حَرِّقُوْہُ	وَانْصُرُوْٓا	اٰلِھَتَکُمْ	اِنْ	کُنْتُمْ
ان لوگوں نے کہا	تم لوگ جلا کر بھسم کر دو اس کو	اور تم لوگ مدد کرو	اپنے الٰہوں کی	اگر	تم لوگ ہو

فٰعِلِیْنَ ۝۶۸	قُلْنَا	یٰنَارُ	کُوْنِیْ	بَرْدًا	وَّسَلٰمًا	عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۝۶۹	وَاَرَادُوْا
(کچھ) کرنے والے	ہم نے کہا	اے آگ	تو ہو جا	ٹھنڈک	اور سلامتی	ابراہیمؑ پر	اور انہوں نے ارادہ کیا

بِهٖ	كَيْدًا	فَجَعَلْنٰهُمُ	الْاَخْسَرِيْنَ ۚ ۷۰	وَنَجَّيْنٰهُ
انؑ کے ساتھ	چالبازی کا	تو ہم نے بنا دیا ان لوگوں کو	انتہائی خسارہ پانے والے	1300 اور ہم نے نجات دی انؑ کو

وَلُوْطًا	اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا	لِلْعٰلَمِيْنَ ۷۱	وَوَهَبْنَا
اور لوطؑ کو	اس زمین کی طرف	ہم نے برکت دی	جس میں	جہانوں کے لیے	اور ہم نے عطا کیا

لَهٗٓ	اِسْحٰقَ ؕ	وَيَعْقُوْبَ	نَافِلَةً ؕ	وَكُلًّا	جَعَلْنَا	صٰلِحِيْنَ ۷۲
انؑ کو	اسحاقؑ	اور یعقوب (بھی)	اضافی ہوتے ہوئے	اور سب کو	ہم نے بنایا	نیک

وَجَعَلْنٰهُمْ	اَىِٕمَّةً	يَّهْدُوْنَ	بِاَمْرِنَا	وَاَوْحَيْنَآ	اِلَيْهِمْ
اور ہم نے بنایا ان سب کو	ایسے امام جو	ہدایت دیتے تھے	ہمارے حکم سے	اور ہم نے وحی کی	ان کی طرف

فِعْلَ الْخَيْرٰتِ	وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ	وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ	وَكَانُوْا	لَنَا
بھلائیوں کے عمل کرنے کی	اور نماز کے قائم کرنے کی	اور زکوٰۃ کے پہنچانے کی	اور وہ سب تھے	ہماری ہی

عٰبِدِيْنَ ۷۳ ۙ	وَلُوْطًا	اٰتَيْنٰهُ	حُكْمًا	وَّعِلْمًا	وَّنَجَّيْنٰهُ
بندگی کرنے والے	اور لوطؑ	ہم نے دی ان کو	حکمت	اور علم	اور ہم نے نجات دی انؑ کو

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ	كَانَتْ تَّعْمَلُ	الْخَبٰۗىِٕثَ ؕ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمَ سَوْءٍ
اس بستی سے جو	عمل کرتی تھی	خباثتوں کے	بیشک وہ لوگ	تھے	برائی کی قوم

فٰسِقِيْنَ ۷۴ ۙ	وَاَدْخَلْنٰهُ	فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ	اِنَّهٗ	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۷۵ ع
نافرمانی کرنے والے	اور ہم نے داخل کیا انؑ	اپنی رحمت میں	بیشک وہ	نیک لوگوں میں سے تھے

نوٹ: 1 عقل پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی کیسے ہوسکتی ہے۔ جبکہ خدا پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب اللہ نے آگ کو حکم دیا تھا تو ٹھنڈک اور سلامتی کیسے نہ ہوتی۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے اور اس کائنات میں اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے کسی بھی چیز کا وجود اس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور دائمی نہیں بلکہ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ہے یعنی فانی۔ اسی طرح سے ہر چیز کی خصوصیت اللہ کی عطا کردہ ہے اور اس کے حکم کے تابع ہے۔ وہ جب چاہے کسی چیز کی خاصیت معطل کرسکتا ہے یا سلب کرسکتا ہے۔ دو مریض ہیں۔ دونوں کی تشخیص یکساں ہے اور دونوں کو یکساں دوا دی جارہی ہے ایک صحت یاب ہوجاتا ہے۔ دوسرے کا انتقال ہوجاتا ہے۔ کیوں؟ جواب میں عقل پرست ہوسکتا یہ ہوا ہو، ہوسکتا ہے وہ ہوا ہو کرتے ہیں لیکن ان کے پاس اس سوال کا کوئی معقول اور ٹھوس جواب نہیں ہے۔ سوئے رَجْمًاۢ بِالْغَيْبِ کے۔ جبکہ ہمارے پاس اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ مرنے والے مریض کے لیے دوا کی تاثیر کو اللہ نے سلب کرلیا تھا۔ یہ ایمان اور عقیدہ رکھنے والے کو قرآن میں مذکور معجزوں کو سمجھنے میں اور ماننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ عقل پرستوں کے ایمان کا یہ حصہ (part) `out of order ہوگیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ کسی ایکسپرٹ سے اس کی Repair کرالیں۔

آیت نمبر (76 تا 82)

ن ف ش

(ن) **نَفْشًا** (1) روئی یا اون دھننا۔ کسی چیز کو روندنا۔ (2) مویشی کا رات کو چرواہے کے بغیر چرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 78

مَنْفُوْشٌ اسم المفعول ہے۔ دھنا ہوا۔ رونا ہوا۔ ﴿ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴾ (101/ القارعۃ: 5) ''اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی اون کی مانند۔''

ف ھ م

(س) **فَهْمًا** کسی کام یا بات کی حقیقت کو سمجھنا

(تفعیل) **تَفْهِيْمًا** سمجھانا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 79۔

غ و ص

غَوْصًا پانی میں غوطہ لگانا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 82۔

غَوَّاصٌ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بار بار غوطہ لگانے والا۔ ﴿ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴾ (38/ صٓ: 37) ''اور شیطان کو بھی سب کے سب عمارت تعمیر کرنے والے اور غوطہ لگانے والے۔''

ترجمہ

وَنُوْحًا	اِذْ	نَادٰى	مِنْ قَبْلُ	فَاسْتَجَبْنَا
(اور یاد کرو) نوحؑ کو	جب	نہوں نے پکارا (ہم کو)	اس سے پہلے	تو ہم نے جواب دیا (یعنی قبول کیا)

لَهٗ	فَنَجَّيْنٰهُ	وَاَهْلَهٗ	مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ
انؑ کو	پھر ہم نے نجات دی ان کو	اور ان کے گھر والوں کو	اُس عظیم دکھ سے

وَنَصَرْنٰهُ	مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	اِنَّهُمْ
اور ہم نے نصرت دی انؑ کو	اس قوم پر جس نے	جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	بیشک وہ لوگ

كَانُوْا	قَوْمَ سَوْءٍ	فَاَغْرَقْنٰهُمْ	اَجْمَعِيْنَ	وَدَاوٗدَ
تھے	برائی کی قوم	تو ہم نے غرق کیا ان کو	سب کے سب کو	اور (یاد کرو) داوٗدؑ کو

وَسُلَيْمٰنَ	اِذْ	يَحْكُمٰنِ	فِي الْحَرْثِ	اِذْ
اور سلیمانؑ کو	جب	وہ دونوں فیصلہ کرتے تھے	اُس کھیتی (کے بارے) میں	جب

نَفَشَتْ	فِيْهِ	غَنَمُ الْقَوْمِ	وَكُنَّا	لِحُكْمِهِمْ	شٰهِدِيْنَ
رات کو چر گئیں	جس میں	قوم کی بکریاں	اور ہم تھے	ان کے فیصلے کے	موقعہ پر موجود رہنے والے

فَفَهَّمْنٰهَا	سُلَيْمٰنَ	وَكُلًّا	اٰتَيْنَا	حُكْمًا	عِلْمًا	وَّسَخَّرْنَا	مَعَ دَاوٗدَ
پھر ہم نے سمجھا دیا وہ	سلیمانؑ کو	اور سب کو	ہم نے دی	حکمت	اور علم	اور ہم نے تابع کیا	داوٗدؑ کے ساتھ

الْجِبَالَ	يُسَبِّحْنَ	وَالطَّيْرَ ۭ	وَكُنَّا	فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾	وَعَلَّمْنٰهُ
پہاڑوں کو	وہ تسبیح کرتے تھے	اور پرندوں کو (بھی)	اور ہم ہیں	کر گزرنے والے	1300 اور ہم نے سکھائی انؑ کو

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ	لَّكُمْ	لِتُحْصِنَكُمْ	مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ	فَهَلْ	اَنْتُمْ
زرہ (بنانے) کی صنعت	تم لوگوں کے لیے	تا کہ وہ تمہیں بچائے	تمہاری جنگ میں	تو کیا	تم لوگ

شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾	وَلِسُلَيْمٰنَ	الرِّيْحَ	عَاصِفَةً
شکر کرنے والے ہو	اور (ہم نے تابع کیا) سلیمانؑ کے لیے	ہوا کو	تیز و تند ہوتے ہوئے

تَجْرِيْ	بِاَمْرِهٖٓ	اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا ۭ	وَكُنَّا
وہ چلتی تھی	انؑ کے حکم سے	اس زمین کی طرف	ہم نے برکت دی	جس میں	اور ہم ہیں

بِكُلِّ شَيْءٍ	عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾	وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ	مَنْ	يَّغُوْصُوْنَ
سب چیز کا	علم رکھنے والے	اور (ہم نے تابع کئے) شیطانوں میں سے	وہ جو	غوطے لگاتے تھے

لَهٗ	وَيَعْمَلُوْنَ	عَمَلًا	دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ	وَكُنَّا	لَهُمْ	حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾
انؑ کے لیے	اور وہ کرتے تھے	کچھ (دوسرے) کام	اس کے علاوہ	اور ہم تھے	ان کی	نگرانی کرنے والے

نوٹ: 1

آیات۔78 سے 82 تک ہر آیت میں بات مکمل ہونے کے بعد ایک ایک جملے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ دراصل انسان کی دائمی رہنمائی کے لیے ہے۔ قیامت تک جو بھی دل کی آنکھیں کھول کر قرآن کا مطالعہ کرے گا اس کے لیے ان اضافی جملوں میں ایک ہدایت ہے اور جو بھی اس ہدایت پر عمل کرے گا وہ اپنے آپ کو شرک کی ایک قسم سے بچالے گا۔ اب یہ بات سمجھ لیں کہ ہدایت کیا ہے اور اس پر عمل نہ کرنا شرک کیسے ہے۔

ہدایت یہ ہے کہ کسی نوع کا کوئی اختیار مل جائے، ذہن کسی بات کی تہہ تک پہنچ جائے، کسی مسئلہ کا حیرت انگیز حل سمجھ میں آجائے، ریسرچ کر کے کوئی ایجاد کرنے میں کامیاب ہوجائے، عوامل قدرت میں سے کسی پر کنٹرول حاصل ہوجائے جیسے بجلی پر قابو پانا، کوئی حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دے لے، غرضیکہ کوئی بھی کامیابی ہو یا کوئی بھی نعمت ملے، انسان کو چاہیئے کہ اسے اپنی محنت، ذہانت اور صلاحیت کا نتیجہ نہ سمجھے، بلکہ ہمیشہ یہ یاد رکھے کہ یہ اللہ نے دی ہے تو اسے ملی ہے۔ ثانیاً یہ کہ اسے دے کر اللہ تعالیٰ اس سے بے تعلق نہیں ہوگیا بلکہ ہر چیز، ہر آن اور ہر لمحہ اس کی نظر میں ہے اور اس کے کنٹرول میں ہے۔ ثالثاً یہ کہ جب بھی اس کامیابی یا نعمت کا خیال آئے یا اس سے استفادہ کرے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

اب ایمانداری سے سوچیں کہ ایسے موقعوں پر ہم کیا کرتے ہیں۔ زیادہ تر تو اسے ہم اپنا ہی کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ میں نے اتنی محنت کی، یہ عقلمندی دکھائی، اتنی مشکلات پر قابو پایا تب کہیں یہ کام ہوا ہے، اگر کبھی ہم اپنی ذات کے خول سے باہر نکلتے بھی ہیں تو اس کا کریڈٹ اپنے کسی کرم فرما کو دیتے ہیں۔ میرے وکیل نے تو کمال ہی کر دیا۔ یہ میرے ڈاکٹر کی تشخیص کا کرشمہ ہے۔ بس میرا دوست کام آ گیا۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی ذات عموماً ہمارے ذہن سے اوجھل ہوتی ہے۔ جو کام بنانے والی یا نعمت دینے والی اصل ہستی ہے اس جگہ ہم انسانی قابلیت اور صلاحیت کو لا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس کے گن گاتے رہتے ہیں۔ یہ شرک کی ایک قسم ہے۔ اسی سے بچنے کے لیے مذکورہ آیات میں اصل حقیقت کی نشاندہی کرنے والے جملوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ان کی رہنمائی میں اگر ہم اس طرح سوچیں کہ مجھے یا فلاں کو اللہ نے توفیق دی اور مدد کی تو یہ کام ہوگیا، تو اس قسم کے شریک سے ہم خود کو بچالیں گے۔

سوچنے کے جس انداز کو اوپر شرک کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے وہ کسی کی ذہنی اختراع نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں اس کا متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا

ہے۔ مثال کے طور ہم صرف تین آیات کا ترجمہ دے رہے ہیں جو ہم نے مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی کے ترجمہ سے نقل کیا ہے۔(1) اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے (النحل 53۔54) (2) پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لا کر پھر جب وہ انہیں خشکی طرف بچا لیتا ہے۔ جبھی شرک کرنے لگتے ہیں (العنکبوت 65)۔(3) اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتے ہے اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔(الروم۔33)

سورۃ الکھف کی آیات۔۳۲ تا ۴۴ میں ہم مادہ پرستی کا شرک پڑھ چکے اور اس کی آیت۔۱۱۰ میں ریاکاری کا شرک بھی پڑھ لیا۔ ان کے ساتھ قابلیت وصلاحیت کے شریک اور اس کی دیگر اقسام کو ذہن میں رکھ کر سوچیں اور اندازہ کریں کہ شرک سے مکمل اجتناب کتنا مشکل کام ہے۔ ہم کسی ایک قسم کے شرک سے خود کو بچا لیتے ہیں تو کسی دوسری قسم کے شرک میں جا کر پھنس جاتے ہیں۔ ہم میں بہت کم ایسے نصیبے والے ہوں گے جو ہر نوع کے شرک سے پاک ہوں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کی نشاندہی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور لوگوں کے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں'' (یوسف 106)

حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں تقریباً پانچ چھ جگہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اب اندازہ کریں کہ یہ کتنا بڑا سرٹیفکیٹ ہے، کتنا عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دیا ہے۔ ہم لوگ تو ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن ان کی گرد کے جتنا قریب ہو سکیں ہمارے حق میں اتنا ہی بہتر ہے۔ اس کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہم خود کو شرک سے محفوظ نہ سمجھیں۔ پھر ہر نوع کے شرک سے بچنے کے لئے مسلسل شعوری کوشش کرتے رہیں اور ساتھ میں وہ دعا بھی مانگتے رہیں جو سورۃ الکھف کی آیت۔110۔ کے نوٹ۔2 میں دی ہوئی ہے۔

آیت نمبر (۸۳ تا ۸۸)

ترجمہ

وَاَيُّوْبَ	اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗٓ	اَنِّىْ	مَسَّنِىَ	الضُّرُّ
اور (یاد کرو) ایوبؑ کو	جب	انہوں نے پکارا	اپنے رب کو	کہ	چھوا مجھ کو	تکلیف نے

وَاَنْتَ	اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۞	فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ	فَكَشَفْنَا
اور تو ہی	رحم کرنے والوں کا سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے	تو ہم نے جواب دیا	ان کو	پھر ہم نے ہٹا دیا

مَا	بِهٖ	مِنْ ضُرٍّ	وَّاٰتَيْنٰهُ	اَهْلَهٗ	وَمِثْلَهُمْ
اس کو جو	انؑ پر تھی	کسی تکلیف میں سے	اور ہم نے دیئے ان کو	ان کے گھر والے	اور ان کے جیسے (اور بھی)

مَّعَهُمْ	رَحْمَةً	مِّنْ عِنْدِنَا	وَذِكْرٰى	لِلْعٰبِدِيْنَ ۞
ان کے ساتھ	بطور رحمت کے	اپنے پاس سے	اور بطور نصیحت کے	بندگی کرنے والوں کے لئے

وَاِسۡمٰعِیۡلَ	وَاِدۡرِیۡسَ	وَذَاالۡكِفۡلِ ؕ	كُلٌّ	مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۚ﴿ۖ۸۵﴾ 1300
اور (یاد کرو) اسماعیلؑ کو	اور ادریسؑ کو	اور ذوالکفل کو	(یہ لوگ) سب	صبر کرنے والوں میں سے تھے

وَاَدۡخَلۡنٰهُمۡ	فِیۡ رَحۡمَتِنَا ؕ	اِنَّهُمۡ	مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۶﴾	وَذَاالنُّوۡنِ
اور ہم نے داخل کیا ان کو	اپنی رحمت میں	بیشک وہ لوگ	صالح لوگوں میں سے ہے	اور مچھلی والے

اِذۡ	ذَّهَبَ	مُغَاضِبًا	فَظَنَّ	اَنۡ	لَّنۡ نَّقۡدِرَ
جب	وہ گئے	غصہ کرتے ہوئے (اپنی قوم سے)	پھر انہوں نے سمجھا	کہ	ہم ہرگز گرفت نہیں کریں گے

عَلَیۡهِ	فَنَادٰی	فِی الظُّلُمٰتِ	اَنۡ	لَّاۤ اِلٰهَ	اِلَّاۤ	اَنۡتَ
ان پر	پھر انہوں نے پکارا	اندھیروں میں	کہ	کوئی بھی الٰہ نہیں	سوائے	تیرے

سُبۡحٰنَكَ ۖ	اِنِّیۡ	كُنۡتُ	مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ۚ﴿ۖ۸۷﴾	فَاسۡتَجَبۡنَا	لَهٗ ۙ
پاکیزگی تیری ہے	بیشک میں ہی	ہوں	ظلم کرنے والوں میں سے	پھر ہم نے جواب دیا	انؑ کو

وَنَجَّیۡنٰهُ	مِنَ الۡغَمِّ ؕ	وَكَذٰلِكَ	نُــۨجِی	الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾
اور ہم نے نجات دی ان کو	اس غم سے	اور اس طرح	ہم نجات دیتے ہیں	ایمان لانے والوں کو

نوٹ: 1

حضرت ادریسؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کی سرگشت حیات بالکل پردہ خفا میں ہیں۔ قدیم صحیفوں میں ان ناموں سے ان کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اب یا تو یہ ہوا کہ عربی ولہجہ میں یہ نام بالکل بدل گئے ہیں یا قدیم صحیفوں سے ان کے نام غائب ہو گئے۔ جو بھی شکل ہوئی ہو بہر حال ان دونبیوں کے نام قرآن ہی کے ذریعہ سے متعارف ہوئے ہیں اور صبر ان کی نمایاں خصوصیت بتائی گئی ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ تورات یا قرآن، کسی میں بھی تمام انبیاء کرام کے نام اور حالات مذکورہ نہیں ہیں۔ تمام انبیاء کرام کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (89 تا 94)

ف ر ج

فَرَجًا — کسی چیز میں شگاف ڈالنا۔ دراڑ پیدا کرنا... (جب آسمان میں شگاف ڈالا جائے گا) ۷۷۔۹

فَرۡجٌ — ج فُرُوۡجٌ۔ اسم ذات بھی ہے۔ شگاف۔ دراڑ۔ پھر کنایہ کے طور پر انسان کی شرمگاہ کے لئے بھی آتا ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔۹۱۔ ﴿وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴿۶﴾﴾ (50/ق:6) ''اور نہیں ہے اس میں یعنی آسمان میں کوئی بھی دراڑیں۔''

ترکیب

(آیت۔91)۔ فِیۡهَا کی ضمیر اَلَّتِیۡ کے لئے ہے۔ یہ فَرۡجَهَا کے لئے نہیں ہوسکتی کیونکہ عربی میں فَرۡجٌ مذکر لفظ ہے۔ (آیت۔92) اِنَّ کا اسم هٰذِهٖ ہے اور محلاً حالت نصب ہے۔ اُمَّتُكُمۡ اس کی خبر ہے، جبکہ اُمَّةً وَّاحِدَةً حال ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔

(آیت۔93) تَقَطَّعُوۡا باب تفعل ہے جس سے زیادہ تر افعال لازم آتے ہیں لیکن تَقَطَّعُوۡا لازم اور متعدی، دونوں طرح آتا ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ دونوں طرح آیا ہے۔ یہاں اَمۡرَهُمۡ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ متعدی ہے۔

ترجمہ

1300

وَزَكَرِيَّآ	اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗ	رَبِّ	لَا تَذَرْنِىْ	فَرْدًا
اور (یاد کرو) زکریاؑ کو	جب	انہوں نے پکارا	اپنے رب کو	اے میرے رب	تو مت چھوڑ مجھ کو	تنہا

وَّاَنْتَ	خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾	فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ	وَوَهَبْنَا	لَهٗ	يَحْيٰى
اور تو ہی	وارثوں کا بہترین ہے	تو ہم نے جواب دیا	ان کو	اور ہم نے عطا کیا	ان کو	یحییٰ

وَاَصْلَحْنَا	لَهٗ	زَوْجَهٗ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ	فِى الْخَيْرٰتِ
اور ہم نے صحت ٹھیک کی	ان کے لئے	ان کی بیوی کی	بیشک وہ لوگ	سبقت کرتے تھے	بھلائیوں میں

وَيَدْعُوْنَنَا	رَغَبًا	وَّرَهَبًا	وَكَانُوْا	لَنَا	خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾
اور وہ پکارتے تھے ہم کو	التجا کرتے ہوئے	اور ڈرتے ہوئے	اور وہ تھے	ہمارے لئے	فروتنی کرنے والے

وَالَّتِىْٓ	اَحْصَنَتْ	فَرْجَهَا	فَنَفَخْنَا	فِيْهَا
اور (یاد کرو) اس خاتون کو جس نے	حفاظت کی	اپنی عصمت کی	تو ہم نے پھونکا	ان (خاتون) میں

مِنْ رُّوْحِنَا	وَجَعَلْنٰهَا	وَابْنَهَآ	اٰيَةً	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾
اپنی روح میں سے	اور ہم نے بنایا ان کو	اور ان کے بیٹے کو	ایک نشانی	تمام جہانوں کے لئے

اِنَّ	هٰذِهٖٓ	اُمَّتُكُمْ	اُمَّةً وَّاحِدَةً	وَّاَنَا	رَبُّكُمْ
بیشک	یہ	تم لوگوں کا دین ہے	ایک ہی دین ہوتے ہوئے	اور میں	تم لوگوں کا رب ہوں

فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾	وَتَقَطَّعُوْٓا	اَمْرَهُمْ	بَيْنَهُمْ	كُلٌّ	اِلَيْنَا
پس تم لوگ بندگی کرو میری	اور لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا	اپنے کام کو	آپس میں	(وہ) سب ہیں	ہماری طرف ہی

رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾	فَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ الصّٰلِحٰتِ	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ
لوٹنے والے	پھر جو	عمل کرے گا	نیکیوں میں سے	اس حال میں کہ	وہ	ایمان لانے والا ہو

فَلَا كُفْرَانَ	لِسَعْيِهٖ	وَاِنَّا	لَهٗ	كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾
تو کسی قسم کی کوئی ناقدری نہیں ہوگی	اس کی سعی کی	اور بیشک ہم	اس کو	لکھنے والے ہیں

نوٹ:1 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہیں جیسے ایک باپ کے فرزند کہ دین سب کا ایک ہے یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت، گو احکامِ شرح گونا گوں ہیں۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا۔ بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا ہماری طرف ہے۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ:2 وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ میں اَمْرَهُمْ کا لفظ جامع ہے۔ اس میں یہ صورتحال بھی شامل ہے۔ کہ کچھ لوگ نبیؐ وقت پر ایمان نہیں لائے جس کی وجہ سے مذاہب الگ ہو گئے۔ اور اس میں ہماری موجودہ صورتحال بھی شامل ہے۔ ہم لوگ اللہ کی وحدانیت، آخرت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

رسالت اور آپؐ کے تاقیامت نبیؐ وقت ہونے پر ایمان رکھتے ہوئے فروعی معاملات میں اختلاف کر کے فرقوں میں بٹے ہیں۔ اس لئے ہمارا ہر فرقہ آیت۔ 94۔ میں مذکور وَهُوَ مُؤْمِنٌ کی شرط پوری کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی فرقے کے اہل علم دوسرے فرقے کو کافر قرار نہیں دیتے اہل علم کی بات کے مقابلہ میں نیم خواندہ واعظین کی بات میں کوئی وزن نہیں ہے۔ اس لحاظ سے آیت۔ 94۔ میں بشارت ہے کہ ہمارے کسی فرقے کا کوئی شخص جو بھی نیکیاں کرے گا تو ان شاء اللہ اس کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

آیت کے اس مفہوم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ آپؐ فرماتے کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کے مرتبہ میں ہیں۔ ان کے بعض زیادہ قوی ہیں بعض سے اور ہر ایک کے لئے نور ہے۔ پس وہ شخص جس نے کوئی چیز لی اس میں سے جس پر وہ (یعنی صحابہؓ) ہیں، جو ان کے اختلاف میں سے ہے، تو وہ شخص میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (کہ اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم لوگ پیروی کرو گے تو تم لوگ ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوٰۃ۔ باب مناقب الصحابہؓ)

آیت نمبر (95 تا 100)

ح د ب

(س) حَدَبًا — آدمی کا کبڑا ہونا۔

حَدَبٌ — کبڑا پن۔ پھر کسی زمین کی اونچی جگہ کو بھی مجازاً حَدَبٌ بھی کہتے ہیں۔ آیت زیر مطالعہ ۹۶۔

ترجمہ

وَحَرٰمٌ	عَلٰى قَرْيَةٍ	اَهْلَكْنٰهَآ	اَنَّهُمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۹۵
اور (لوٹنا) حرام ہے	کسی ایسی بستی پر	ہم نے ہلاک کیا جس کو	کہ وہ لوگ	نہیں لوٹیں گے

حَتّٰٓى	اِذَا	فُتِحَتْ	يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ	وَهُمْ	مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ
یہاں تک کہ	جب	کھولے جائیں گے	یاجوج اور ماجوج	اور وہ لوگ	ہر بلندی سے

يَّنْسِلُوْنَ ۝۹۶	وَاقْتَرَبَ	الْوَعْدُ الْحَقُّ	فَاِذَا	هِيَ	شَاخِصَةٌ
تیزی سے پھسلتے ہوں گے	اور (جب) قریب آ لگے	سچا وعدہ	تو جب ہی	وہ	کھلی کی کھلی رہ جانے والی ہیں

اَبْصَارُ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ	يٰوَيْلَنَا	قَدْ كُنَّا	فِيْ غَفْلَةٍ
ان لوگوں کی آنکھیں جنہوں نے	کفر کیا	(اور کہیں گے) ہائے ہماری شامت	ہم رہے	غفلت میں

مِّنْ هٰذَا	بَلْ	كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ۝۹۷	اِنَّكُمْ	وَمَا	تَعْبُدُوْنَ
اس سے	بلکہ	ہم ہی تھے	ظلم کرنے والے	بیشک تم لوگ	اور وہ جس کی	تم لوگ بندگی کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ	اَنْتُمْ	لَهَا	وٰرِدُوْنَ ۝۹۸	لَوْ	كَانَ
اللہ کے علاوہ	جہنم کا ایندھن ہیں	تم لوگ	اس کے لئے	پہنچنے والے ہو	اگر	ہوتے

هٰٓؤُلَاۗءِ	اٰلِهَةً	مَّا وَرَدُوْهَا ۭ	وَكُلٌّ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝۹۹
یہ سب	کوئی الٰہ	تو وہ نہ پہنچتے اس تک	اور سب	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں

لَهُمْ	فِيْهَا	زَفِيْرٌ	وَّهُمْ	فِيْهَا	لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ 1300
انکے لئے ہوگی	اس میں	چیخ وپکار	اور وہ لوگ	اس میں	(کچھ) نہیں سنیں گے

نوٹ:1 آیات۔95۔96 کے سرسری مطالعہ سے یہ مفہوم ذہن میں آتا ہے کہ جس بستی کو اللہ نے ہلاک کیا اس کے لوگ نہیں لوٹیں گے یہاں تک یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں یعنی اس کے بعد وہ لوٹ سکیں گے۔ لیکن ان آیات کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ اگر ایک حدیث ذہن میں ہو تو آدمی کا ذہن ان آیات کے صحیح مفہوم تک پہنچ جاتا ہے۔ ''ایک حدیث میں یاجوج و ماجوج کی یورش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے پیٹوں کی حاملہ کہہ نہیں سکتے کب وہ بچہ جن دے، رات کو یا دن۔'' (منقول از تفہیم القرآن) اب ان آیات کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ ہلاک شدہ بستیوں کے لوگ واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں یعنی یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ اردو محاورہ ہم اسے اس طرح کہیں گے کہ وہ لوگ قیامت تک نہیں لوٹیں گے۔

نوٹ:2 آیت۔98۔ میں مَا تَعْبُدُوْنَ آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں اس سے مراد وہ بت اور پتھر ہیں جن کی مشرکین پرستش کرتے ہیں۔ ان کو جہنم کا ایندھن بنانے سے مقصود ان پتھروں کو سزا دینا نہیں ہے بلکہ ان کے پجاریوں کو یہ دکھانا ہے کہ جن کو الٰہ سمجھ کے تم ان کی پرستش کرتے رہے ان کی یہاں کیا گت بن رہی ہے۔ بعض مشرک قومیں جو انبیاء اور صالحین کی پرستش کرتی ہیں ان کا انجام یہاں زیر بحث نہیں ہے۔ ان کے معاملات کی تفصیل قرآن کے دوسرے مقامات پر آئی ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ اپنے پجاریوں سے اعلان براءت کردیں گے۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (01 تا 102)

ف ز ع

(س) ذَکَرًا: دہشت زدہ ہونا۔ گھبرانا۔ ﴿ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ﴾ (27/النمل: 87) ''اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو دہشت زدہ ہو جائیں گے وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں۔''

فَزَعٌ: اسم ذات بھی ہے۔ دحشت۔ گھبراہٹ۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۰۳۔

(تفعیل) تَفْزِيْعًا: کسی سے دہشت دور کرنا۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ (34/سبا: 23) ''یہاں تک کہ جب دہشت دور کردی جائے گی ان کے دلوں سے۔''

ترجمہ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	سَبَقَتْ	لَهُمْ	مِّنَّا	الْحُسْنٰٓى ۙ	اُولٰٓئِكَ	عَنْهَا
بیشک	وہ لوگ	آگے بڑھی	جن کے لیے	ہمارے پاس	بھلائی	وہ لوگ	اس (جہنم) سے

مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ ۙ	لَا يَسْمَعُوْنَ	حَسِيْسَهَا ۚ	وَهُمْ	فِيْ مَا
دور رکھے جانے والے ہیں	وہ لوگ نہیں سنیں گے	اس کی سرسراہٹ	اور وہ	اس میں ہوں گے جو

اشْتَهَتْ	اَنْفُسُهُمْ	خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ ۚ	لَا يَحْزُنُهُمُ	الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ
چاہیں گے	ان کے جی	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	غمگین نہیں کرے گی ان کو	وہ بڑی دہشت

وَتَتَلَقّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ	هٰذَا	يَوْمُكُمُ الَّذِيْ
اور استقبال کریں گے ان کا	فرشتے	(اور کہیں گے) یہ	1300 تم لوگوں کا وہ دن ہے جس کا

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾	يَوْمَ	نَطْوِي	السَّمَآءَ	كَطَيِّ السِّجِلِّ
تم لوگوں کو وعدہ دیا گیا تھا	جس دن	ہم لپیٹیں گے	آسمان کو	جیسے عدالتی کاروائی کا لپیٹنا

لِلْكُتُبِ ؕ	كَمَا	بَدَاْنَآ	اَوَّلَ خَلْقٍ	نُّعِيْدُهٗ ؕ
لکھی ہوئی ہونے کے لیے	جیسے کہ	ہم نے ابتدا کی	پہلی تخلیق کی	(ویسے ہی) ہم واپس لائیں گے اس کو

وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ	اِنَّا	كُنَّا	فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾	وَلَقَدْ كَتَبْنَا
وعدہ ہوتے ہوئے ہم پر	بیشک	ہم ہیں	(وعدہ پورا) کرنے والے	اور بیشک ہم لکھ چکے ہیں

فِي الزَّبُوْرِ	مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ	اَنَّ	الْاَرْضَ	يَرِثُهَا	عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
زبور میں	نصیحت کے بعد	کہ	یہ زمین	وارث ہوں گے اس کے	میرے نیک بندے

اِنَّ	فِيْ هٰذَا	لَبَلٰغًا	لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ؕ
بیشک	اس میں	ایک پیغام ہے	بندگی کرنے والے لوگوں کے لیے

نوٹ:1

آیت۔105 میں جس زمین کا ذکر ہے اس سے مراد جنت کی زمین ہے کیونکہ آیت۔104۔میں بتایا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ اس آسمان یعنی موجودہ نظام شمسی کی بساط لپیٹ دے گا۔ یہی بات سورۂ ابراہیم کی آیت۔48۔میں اس طرح آئی ہے کہ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان دوسرے آسمان سے بدل دیئے جائیں گے۔ اس لیے آیت زیر مطالعہ میں دوبارہ تخلیق کی جانے والی زمین کا ذکر ہے اور اس کے وارث صالحین ہوں گے، یہ بات سورۂ زمر میں مزید واضح ہو جاتی ہے۔ جس میں آیت۔67 سے 73 تک قائم ہونے، حساب کتاب اور فیصلے ہونے پھر دوزخیوں کے دوزخ میں اور جنتیوں کے جنت میں داخلے کا ذکر کرنے کے بعد آیت۔74۔میں جنت میں داخل ہوتے وقت ان کا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہیں گے تمام شکر و سپاس اس اللہ کے لیے ہے جس نے سچ کیا ہم سے اپنا وعدہ اور ہم وارث بنیا اس زمین کا کہ ہم ٹھکانہ بنائیں اس جنت میں سے جہاں ہم چاہیں۔

آیت زیر مطالعہ میں زبور کا حوالہ ہے۔ ویسے تو زبور میں یہ بات جگہ جگہ بیان ہوئی ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہی ہوں گے لیکن باب ۔۳۷ تو پورے کا پورا اسی حقیقت کی وضاحت کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی نوعیت قطعہ بند نظم کی مانند ہے جس میں پہلے وعظ و نصیحت کی باتیں آتی ہیں پھر ٹیپ کے بند کی طرح یہ بات آتی ہے کہ زمین اور ملک کے وارث خدا کے نیک بندے ہوں گے۔ اور تکرار کے ساتھ ہی یہ بشارت بھی ہے کہ یہ وراثت دائمی اور ابدی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ ابدی وراثت کی بشارت موجودہ زمین سے متعلق نہیں ہے۔ اس کی نہ تو کوئی چیز ابدی ہے اور نہ اس کی وراثت صالحین کے لیے مخصوص ہے۔ بلکہ یہ زمین اور اس کی ہر چیز فانی ہے اور اس میں نیک و بد دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک مدت تک کے لیے مہلت بخشی ہے۔

موجودہ زمین میں عارضی وراثت جس قاعدے پر تقسیم ہوتی ہے اسے سورۂ اعراف کی آیت۔128۔میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ’’زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا تا ہے۔‘‘ مشیت الٰہی کے تحت یہ وراثت مومن و کافر

سب کو ملتی ہے مگر جزائے اعمال کے طور پر نہیں بلکہ امتحان کے طور پر۔ جیسا کہ اس اگلی آیت ۔۱۲۹۔ میں فرمایا ”اور وہ تم کو زمین میں خلیفہ بنائے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔“ اس وراثت میں ہمیشگی نہیں ہے۔ یہ محض ایک امتحان کا موقعہ ہے جو خدا کے ایک ضابطے کے مطابق مختلف قوموں کو باری باری دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آخرت میں زمین کا دوامی بندوبست ہوگا اور اللہ تعالیٰ صرف مومنین صالحین کو اس کا وارث بنائے گا۔ امتحان کے طور پر نہیں بلکہ جزائے اعمال کے طور پر۔ یہ وراثت دائمی اور ابدی ہوگی۔ (تدبر قرآن اور تفہیم القرآن سے ماخوذ)۔

آیت نمبر (107 تا 112)

ترجمہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا	رَحْمَةً	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾	قُلْ	اِنَّمَا
اور ہم نے نہیں بھیجا کو	مگر	رحمت ہوتے ہوئے	تمام جہانوں کے لئے	آپ کہیے	کچھ نہیں سوائے اس کے

يُوْحٰٓى	اِلَيَّ	اَنَّمَآ	اِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾
وحی کی جاتی ہے	میری طرف	کہ بس	تم لوگوں کا الٰہ	واحد الٰہ ہے	تو کیا	تم لوگ	فرمانبرداری کرنے والے ہو

فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُلْ	اٰذَنْتُكُمْ	عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ
پھر اگر	وہ لوگ منہ موڑیں	تو آپ کہہ دیں	میں نے آگاہ کیا تمہیں	برابر پر (یعنی پوری طرح)

وَاِنْ اَدْرِيْٓ	اَ	قَرِيْبٌ	اَمْ	بَعِيْدٌ	مَّا	تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾
اور میں نہیں جانتا	آیا	قریب ہے	یا	دور ہے	وہ جس کا	تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا ہے

اِنَّهٗ	يَعْلَمُ	الْجَهْرَ	مِنَ الْقَوْلِ	وَيَعْلَمُ	مَا
بیشک وہ	جانتا ہے	نمایاں کئے جانے کو	بات میں سے	اور وہ جانتا ہے	اس کو جو

تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾	وَاِنْ اَدْرِيْ	لَعَلَّهٗ	فِتْنَةٌ	لَّكُمْ
تم لوگ چھپاتے ہو	اور میں نہیں جانتا	شاید وہ (وعدہ کی تاخیر)	آزمائش ہو	تمہارے لئے

وَّمَتَاعٌ	اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾	قٰلَ	رَبِّ	احْكُمْ
اور برتنے کا سامان ہو	ایک وقت تک	(حضورؐ نے) کہا	اے میرے رب	تو فیصلہ کردے

بِالْحَقِّ ۭ	وَرَبُّنَا	الرَّحْمٰنُ	الْمُسْتَعَانُ	عَلٰي مَا	تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ ۧ
حق کے ساتھ	اور ہمارا رب	وہ رحمٰن ہے	جس سے مدد مانگی جاتی ہے	اس پر جو	تم لوگ باتیں بناتے ہو